بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اشارات

فروری میں "جماعت اسلامی" کی مجلس شوریٰ کا جو اجتماع ہوا تھا اس میں مختلف مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ طے کیا گیا تھا کہ ایک مرکزی ادارہ قائم کرنے کے لیے اگر کوئی مستقل مقام میسر نہیں آتا تو سردست عارضی طور پر ہی ایک مرکز بنا لیا جائے تاکہ وہاں ہم اپنی قوت کے ایک معتد بہ حصہ کو مجتمع کر سکیں اور ضروری تعمیری کاموں کی بنا رکھ دیں۔ اس غرض کے لیے ابتداءً سیالکوٹ کے ضلع میں ایک مناسب مقام منتخب کر لیا گیا تھا اور بیرونی جماعتوں کو اس کی اطلاع بھی دیدی گئی تھی، مگر بعد میں چند اسباب سے اس تجویز کو ترک کر دینا پڑا۔ اب میں نے ارکان شوریٰ کے مشورہ سے پٹھان کوٹ کے قریب قریہ جمال پور کی طرف منتقل ہونے کا فیصلہ کیا ہے جہاں چوہدری نیاز علی خاں صاحب نے ازراہ عنایت اپنے وقف کی عمارات ہمیں مستعار دینا قبول فرما لیا ہے۔ ان شاء اللہ ۱۵ جون تک میں اپنے چند رفقاء کے ساتھ وہاں منتقل ہو جاؤں گا اور دفتر ترجمان القرآن بھی اب وہیں رہے گا۔ آئندہ تمام مراسلت اس پتہ پر ہونی چاہیے: "دفتر ترجمان القرآن، ادارہ دارالاسلام پٹھان کوٹ"۔ ریل یا موٹر سے وہاں پہنچنے کے لیے سرنا اسٹیشن کا ٹکٹ لیا جاتا ہے جو امرتسر - پٹھان کوٹ لائن پر آخری اسٹیشن ہے۔

یہ تقل مقام عارضی ہے۔ سردست صرف زمانہ جنگ کے لیے اس جگہ کو جماعت کا مرکز بنایا گیا ہے آئندہ جو اللہ کی مشیت ہو۔

جنگ کی وجہ سے جو صورت حال اس وقت ہندوستان میں پیدا ہو چکی ہے اس میں روز بروز یہ اندیشہ قوی ہوتا جاتا ہے کہ جاری ہی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ زیادہ مدت تک جاری نہ رہ سکے گا۔ اگرچہ میں نے اپنے امکانی ذرائع سے کام لے کر اب تک کسی نہ کسی طرح کام جاری رکھا ہے، لیکن مشکلات اب اتنی بڑھ گئی ہیں کہ اگر کوئی اجتماعی کوشش نہ کی گئی تو میری انفرادی قوت تین چار مہینہ سے زیادہ اس کام کو نہ سنبھال سکے گی۔ اشاعت کے کام کو آخر وقت

تک جاری رکھنے کی واحد صورت مجھے یہ نظر آتی ہے کہ ہمارا اپنا ایک پریس ہو جسے ہم اپنے ساتھ ہی اپنے مرکز میں رکھیں اور کاغذ کا کم از کم اتنا ذخیرہ فراہم کر لیا جائے جو دو ڈیڑھ سال تک کام دے سکے۔ اس غرض کے لیے ہمیں پانچ ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ اس رقم کی فراہمی کے لیے جو حضرات قرض حسن سے ہماری اعانت فرمائیں گے ان کی عطا کردہ رقمیں تابحد امکان جلدی سے جلدی ادا کر دی جائیں گی۔ اور جو حضرات فی سبیل اللہ ہماری اعانت فرمائیں، ان کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ پریس اور کاغذ کا ذخیرہ، دونوں چیزیں میری ذاتی ملک نہ ہوں گی بلکہ جماعت اسلامی کی ملک ہوں گی اور انشاء اللہ یہ تدبیر جماعت اور اس کے کام کے لیے بہت بڑی تقویت کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

جن حضرات کے ذمہ اس دفتر کی کتابوں کا حساب اب تک واجب الادا ہے ان سے گذارش ہے کہ براہ کرم اپنا حساب بے باق کرنے میں عجلت فرمائیں۔

اسی سلسلہ میں مجھے دلی رنج و افسوس کے ساتھ ناظرین کو یہ اطلاع بھی دینی ہے کہ کاغذ کی کمیابی کے سبب سے میں ترجمان القرآن کی ضخامت میں مزید آٹھ صفحات کی تخفیف کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ جب تک محض گرانی تک بات تھی میں نے ہر قیمت پر اس رسالہ کی شان اور ضخامت برقرار رکھی لیکن اب بازار میں کاغذ کا ملنا ہی مشکل ہو رہا ہے اس لیے تخفیف کے سوا چارہ نہیں۔ تاہم یہ تخفیف عارضی ہے۔ اگر ہمیں کاغذ کا کافی ذخیرہ فراہم کرنے میں کامیابی ہو گئی تو انشاء اللہ پرچہ پھر ۷۲ صفحات ہی پر شائع کیا جائے گا۔

دستور جماعت پر پچھلے دس مہینوں میں مختلف حلقوں سے جن شبہات و اعتراضات کا اظہار کیا گیا ہے ان پر میں نے اور میرے رفقاء نے حتی الامکان پورے انصاف کے ساتھ غور کیا ہے۔ جن مقامات پر واقعی کسی شبہ کی گنجائش تھی، یا جن اعتراضات میں کوئی وزن ہم نے محسوس کیا ان کو ملحوظ رکھ کر ہم نے عبارات میں ترمیم کر دی ہے۔ یہ ترمیم شدہ دستور شائع ہو چکا ہے۔ جن اصحاب کے پاس پہلے دستور کی کاپیاں ہوں وہ براہ کرم اس سے مقابلہ کر کے اصلاح کر لیں۔

ہم ان حضرات کے بہت شکر گزار ہیں جنھوں نے دستور پر اپنی توجہات مبذول فرمائیں اور اپنے شبہات کے اظہار

سے ہم کو یہ دیکھنے کا موقع دیا کہ اس میں کہاں کوئی کمزوری ہے۔ رہے وہ اعتراضات جن کو ہم نے اتنا وزنی نہیں پایا کہ انھیں قبول کر کے مسودے میں ترمیم کرتے، تو اُن کے مصنفین سے ہم گزارش کریں گے کہ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ وہ خود ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے تو انھیں محسوس ہو جائے گا کہ ان کے اعتراضات زیادہ تر تعبیرات پر ہیں نہ کہ نفسِ مدعا پر، اور تعبیرات میں دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا قادر الکلام آدمی بھی شاید اتنا کامیاب نہیں ہو سکتا کہ سب لوگ اُس کے طرزِ تعبیر سے مطمئن ہو جائیں اور کسی کو کہیں سے گرفت کی گنجائش نہ ملے۔ ہر شخص یا گروہ اپنے مدعا کو ظاہر کرنے کے لیے بہرحال ایک خاص انداز کی عبارت اختیار کرتا ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ تمام اشخاص اور گروہوں کے مذاق سے مطابقت رکھتی ہو۔ اگر مدارِ بحث اس چیز کو بنا لیا جائے تو ایک معنی کے لیے جو عبارت بھی اختیار کی جائے گی وہ اعتراضات سے نہ بچ سکے گی حتیٰ کہ یہ سلسلہ کہیں اس وقت ختم ہو گا جبکہ شاید معنی ہر لباسِ عبارت سے عاری ہو کر رہ جائے۔ اہلِ عقل کا کام یہ نہیں ہے کہ الفاظ و عبارات کو خوردبین لگا کر دیکھیں اور تعبیرات و اعتراضات کی گنجائشیں ڈھونڈیں۔ انھیں مدعا کو دیکھنا چاہیے اور مدعا اگر برحق ہو تو محض اس بنا پر ایک حق بات کی مخالفت نہ کرنی چاہیے کہ اسے بیان کرنے کے لیے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا جو ان کے مذاق کے مطابق ہوتا۔

خالص تعبیری اعتراضات کے علاوہ بعض اعتراضات ایسے بھی ہماری نگاہ سے گزرے ہیں جن میں فقیہانہ اور متکلمانہ باریک بینی سے کام لیا گیا ہے۔ اس باب میں ہم ایک اصولی حقیقت کی طرف اشارہ کر دینا کافی سمجھتے ہیں جسے اگر ذہن نشین کر لیا جائے تو ایسے تمام اعتراضات کا دروازہ خود ہی بند ہو جائے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ دعوت کی زبان اور فقہ و کلام کی زبان میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے اور ان دونوں کاموں کی نوعیت کچھ ہے ہی اتنی مختلف کہ دونوں کے لیے ایک انداز بیان کبھی موزوں نہیں ہو سکتا۔ فقیہ چونکہ احکام شریعت اور اُن کے بھی زیادہ تر جزئیات سے بحث کرتا ہے، لہٰذا اس کے لیے ناگزیر ہے کہ قانون کی نپی تُلی زبان استعمال کرے اور اپنے ہر بیان کو قیود اور تخصیصات سے مقید کرے تاکہ ایک حکم جس صورتِ معاملہ سے متعلق ہے اس کے پورے

حدود پر حاوی بھی ہو اور کسی قریب تر مگر مختلف صورت معاملہ کے حکم سے خلط ملط بھی نہ ہو جائے۔ اسی طرح متکلم کو چونکہ عقائد کے جزئیات و فروع اور جدل و خلاف کے مسائل سے بحث کرنی ہوتی ہے اس لیے وہ بھی مجبور ہے کہ فروعی مسائل کے حدود الگ الگ بیان کرے، تمام ممکن تشقیقات کو ملحوظ رکھے، اور ایسی کھلی اور کسی ہوئی زبان میں کلام کرے کہ فروعی حد بندیوں میں التباس و اشتباہ کی گنجائش نہ نکل سکے بخلاف اس کے داعی کا کام نہ فتویٰ دینا ہے اور نہ اعتقادی مسائل کا تجزیہ کرنا۔ اسے تو اصل دین کی طرف لوگوں کو پکارنا اور دیانت و اخلاق کے بلند ترین مراتب کی طرف قلوب کو کھینچنا ہوتا ہے۔ اس لیے اسے تذکیر کی موثر زبان اختیار کرنی ہوتی ہے۔ اگر اس کام میں وہ قانونی زبان استعمال کرے یا جدل و خلاف کی زبان میں گفتگو کرنے لگے تو اس کی دعوت بالکل ہی بے اثر ہو کر رہ جائے۔ قانون اور کلام کی زبان میں دعوت نہ کبھی دی گئی ہے، نہ دی جا سکتی ہے، اور اگر دی بھی جائے تو کبھی موثر نہیں ہو سکتی۔ داعی کو اس کے کام کی نوعیت ہی مجبور کرتی ہے کہ قانونی باریکیوں اور کلامی جزئیات سے واقف ہونے کے باوجود اپنی دعوت میں ان کو بالقصد نظر انداز کر جائے۔ کیونکہ بالعموم ان باریکیوں کو ملحوظ رکھنا دعوت کی راہ میں نہ صرف یہ کہ مددگار نہیں ہوتا بلکہ اُلٹا اثر کرتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ قانونیت اور جدل و کلام میں جن لوگوں کا استغراق زیادہ بڑھ گیا ہے وہ اس لطیف فرق کو نہیں سمجھتے اور دعوت کی زبان کو بھی اپنے فن کی کسوٹیوں پر کسنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اگر وہ قرآن و حدیث میں غور کریں تو انھیں معلوم ہو جائے کہ خود اللہ اور اُس کے رسول برحق نے بھی دعوت اور قانون کے لیے الگ الگ زبان اختیار فرمائی ہے اور دعوت میں ان تمام باریکیوں کو نظر انداز کر دیا ہے جو فتوے میں ملحوظ رکھی جاتی ہیں

اجتماع اول کی روداد پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں، اُن پر بھی میں نے اور میرے رفقا نے اچھی طرح غور کر لیا ہے۔ ان شاء اللہ عنقریب اس کو دوبارہ شائع کرنے کی نوبت آئے گی۔ اُس وقت ایسی توضیحات کر دی جائیں گی جن سے اہل حق کی تشفی ہو جائے گی۔ رہیں بدگمانیاں، تو ان کو

رفع کرنا کسی کے بس کا کام نہیں ہے۔ انھیں رفع کرنے کی کوشش میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ہم یہ سعی کریں گے کہ اپنے نفس اور اپنے عمل کو بدگمانی کی ہر جائز وجہ سے پاک رکھیں اور اپنا دامن پاک ہی لیے ہوئے اپنے مالک کے حضور میں پہنچیں۔ اب جو لوگ اپنے قیاس و گمان پر اتنا اعتماد رکھتے ہیں کہ آخرت کی جوابدہی کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہیں، انھیں اختیار ہے کہ جس قدر چاہیں ہمارے متعلق بدگمانیوں کی اشاعت کریں۔ ایک وقت آئے گا کہ انھیں خود اپنے گمانوں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

"تفہیم القرآن" کے سلسلہ میں بعض حضرات نے اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ قرآن مجید کی اصل عبارت ساتھ ساتھ کیوں نہیں دی جاتی۔ میں ان کو اطمینان دلاتا ہوں کہ قرآن کا ترجمہ بلا متن شائع کرنے کو جس قدر برا وہ سمجھتے ہیں اتنا ہی برا میں بھی سمجھتا ہوں لیکن اول تو میں ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی کر رہا ہوں جو لفظی قیود سے ایک حد تک آزاد ہے اور دوسرے یہ کہ رسالہ میں اس کی اشاعت محض مسودہ کی حیثیت سے ہو رہی ہے اور زیادہ تر اس کی غرض اہل علم سے مشورہ لینا ہے۔ پھر میں یہ بھی اعلان کر چکا ہوں کہ کتابی شکل میں اسے جب شائع کیا جائے گا اس وقت نہ صرف یہ کہ متن اس کے ساتھ ہو گا بلکہ شاہ صاحب کا لفظی ترجمہ بھی بین السطور درج کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اس سلسلہ کو رسالہ میں متن کے بغیر درج کرنا کس دلیل سے ناجائز ہے۔